تشدّد کا مقابلہ عدم تشدّد سے

ملاذ العلماء مولانا سید حسن نقوی صاحب قبلہ لکھنؤ

تاریخ عالم سیکڑوں جنگوں کے افسانوں سے لبریز ہے آج کی عملی دنیا میں ہم بھی مختلف جنگوں کے انداز دیکھتے رہتے ہیں۔ آج تک دنیا کی کوتاہ ذہنیت صرف اس نقطہ ہی تک پہنچی کہ مقابل کو شکست دینا اسی وقت ممکن ہے جب زیادہ سے زیادہ قوت حاصل کی جائے اسی وجہ سے فتحیاب ہونے کے لئے دولت اکثریت قوت واسلحہ وغیرہ فراہم کئے جاتے تھے اور کئے جاتے ہیں، مگر آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل رسول عربیؐ کے چھوٹے نواسے حسینؑ ابن علیؑ نے اپنے تدبر وسیاست سے اصول جنگ بدلے اور عالم عقل ودانش کے سامنے ایک جنگ کے نئے نقشے کو پیش فرمایا وہ اصول تشدد کا مقابلہ عدم تشدد سے قوت وطاقت کا مقابلہ کمزوری وناتوانی سے جبر واستبداد ظلم وستم کا مقابلہ ضبط وصبر سے عدل وانصاف سے .... تاج شرافت آدم وفخر بنی آدم حضرت امام حسینؑ نے کربلا کے دہکتے ہوئے ریگ زار نا قابل برداشت شعلہ بار ہوا، دھوپ کی تیزی اور گرمی کی انتہائی شدت کے عالم میں پوری انسانیت کو ایک کھلا ہوا واضح درس دیا کہ دیکھو کثرت کے تختے یوں پلٹو جس طرح میں نے پلٹے۔ طاقت کے منھ پر اپنے کمزور ہاتھوں سے یوں طمانچے مارو جس طرح میں نے مارے، شہنشاہیت کی دماغوں سے یوں جڑیں اکھاڑ پھینکو جس طرح میں نے اُکھاڑ پھینکیں۔ ظلم کے قلعے یوں مسمار کر دو جس طرح میں نے مسمار کئے۔ جبروت کو یوں نیست ونابود کر دو جس طرح میں نے کیا۔ جامۂ حیوانیت ودرندگی کی یوں دھجیاں اُڑاؤ جس طرح میں نے دھجیاں اڑائیں۔ سامراج کو یوں تباہ وبرباد کر دو جس طرح میں نے تباہ وبرباد کیا .... آج دنیا کے نباضان سیاست، فرماں روایان ملک امام حسین ـ کے نقشہ جنگ کو پیش نظر رکھ کر بڑی بڑی حکومتوں کے سر کچل دیتے ہیں۔

تشدد وعدم تشدد کا کیا مفہوم ہے۔ تشدد کہتے ہیں صرف مادی طاقت کے ذریعہ سے کسی بات کے سنوانے کی کوشش کو اہل باطل چونکہ مادی طاقت کے سوا کوئی قوت رکھتے نہیں اس لئے وہ ہمیشہ تشدد ہی کو حصول مقصد کا ذریعہ سمجھتے ہیں لیکن اہل حق مادی طاقت سے زیادہ اپنی حقانیت پر اعتماد رکھتے تھے اس لئے تشدد کا مقابلہ عدم تشدد سے کرتے تھے۔

چونکہ انسان اکثر اپنی صحیح فطرت کو بھول جاتا اور مقصد تخلیق کو فراموش کر دیتا ہے، لہٰذا خالق نے انسان کو اس کی صحیح فطرت پر قائم رکھنے کے لئے ایک ایسا سلسلہ قائم فرما دیا جو ہمیشہ تشدد سے جنگ کرتا رہا اور عدم تشدد کی تعلیم دیتا رہا۔ ہمیشہ تشدد اور عدم تشدد کی جنگ رہی ہے۔ اگر ایک طرف آدم عدم تشدد کا نمونہ تو دوسری طرف شیطان مجسمۂ تشدد، اگر ہابیلؑ عدم تشدد کا آئینہ تو قابیل تشدد کی تصویر، اگر نوحؑ عدم تشدد کا پیکر تو

امت نوح تشدد کا مجسمہ، جناب ابراہیمؑ عدم تشدد کے نمائندے تو نمرود قتل وخوں ریزی کے اصول کو اپنائے ہوئے یعقوب ویوسفؑ پیام صلح کل تو مصر اور اہل مصر شمشیر بکف۔ اگر ایک طرف ہودؑ وصالحؑ عدم تشدد کے حامل تو دوسری طرف ان کی امتیں قتل وغارت گری پر تیار۔ جناب موسیٰؑ درس عدم تشدد دینے والے تو فرعون مبلغ تشدد اگر عیسیٰؑ اصول عدم تشدد پر مصر تو امت والے قتل کر دینے پر تیار.......... یہاں تک کہ زمانہ فترت آیا، عالم میں تاریکی پھیلی اور چراغ ہدایت خاموش ہوئے۔ اخلاق بدخلقی بنے، بداخلاقیوں نے اخلاقیات کے لباس پہنے۔ انسانیت مٹی اور حیوانیت کی حکومت قائم ہوئی۔ لیکن قصیٰ (جد رسولؐ) نے ایک مرتبہ پھر سوئی ہوئی انسانیت کو جھنجھوڑا، خفتہ فطرت کو جگایا۔ اپنے خاندان کو منظم کیا۔ مکے کے پرخطر راستوں میں امن قائم کیا۔ بنی نصر و بنی کنانہ بنی فہر کے قبائل کو مکہ میں پھر بلایا۔ بنی بکر و بنی خزاعہ کو ان پر ظلم وتعدی کرنے سے روکا، دارالندوہ کی داغ بیل ڈالی، قصیٰ کی وفات ہوئی تو عبدمناف اپنی ذاتی قابلیت وصلاحیت سوجھ بوجھ سے باپ کے جانشین ہوئے اور ہمیشہ عدم تشدد کے درس دیتے رہے، حضرت ہاشم عبدمناف کے جانشین ہوئے، ان کے مقابلہ کے لئے امیہ جو بن عبدالشمس مشہور ہے کھڑا ہوا۔ ہاشم عدم تشدد کا مکمل نمونہ تھے اور امیہ تشدد کی کامل تصویر، ہاشم نے قحط زدہ عرب کو سیر کیا تو امیہ نے بغض وحسد کی آگ مشتعل کی۔ اب بنی ہاشم ہمیشہ ہاشم کے وارث بن کے عدم تشدد کی تبلیغ کرتے رہے، اور بنی امیہ، امیہ کے جانشین ہو کے تشدد برتتے رہے، اس طرح عبدالمطلب کا مقابلہ حرب بن امیہ سے ہوا۔

اس کے بعد عدل وانصاف کا نیّر اعظم بصورت محمد عربی طالع ہوا جس نے چمک کر انسانوں کو بھولی ہوئی راہیں دکھائیں، سوتی ہوئی فطرت کو بیدار کیا، جس نے جہالت کی تاریکیوں میں علم کے چراغ روشن کئے جس نے طوائف الملوکی ختم کی اور ایک نیا تمدن قائم کیا۔ جس نے پرخطر راہوں میں امن وامان قائم کیا جس نے صرف عرب ہی نہیں بلکہ قریبی ملکوں سے بھی صلح کے معاہدے کئے جس نے اصول عدم تشدد کو بنیاد واساس نظام اسلام بنایا۔ لیکن اگر رسولؐ اسلام عدم تشدد کا درس دے رہے تھے تو ابوسفیان بن حرب بن امیہ تشدد کا مبلغ تھا۔ ایک وقت وہ بھی آیا کہ ابوسفیان نے ہتھیار ڈال دیئے اور بظاہر اسلام قبول کیا مگر اس کے دل ودماغ میں وہی تشدد کے جذبات بھرے ہوئے تھے، یہاں تک کہ چراغ حیات رسالت خاموش ہوا اور حضرت علیؑ بن ابی طالب رسولؐ کے اصولوں کے حامل بنے، اصحاب رسولؐ کے قدم صریر خلافت پر آئے اور علیؑ سے بیعت طلب کی جانے لگی، املاک وجائیداد چھنی، گلے میں رسّی بندھی، دروازہ جلایا گیا مگر علیؑ نے تلوار نہ اٹھائی اور اس طرح عدم تشدد کا نمونہ بنے رہے۔ پھر دنیا میں ایک نیا انقلاب آیا، ذہنیتیں بدلیں دنیا کو ایک ہاشمی راہ نما کی پھر ضرورت پڑی، علیؑ کو ان کا سلب شدہ حق واپس ملا اور وہ خلیفہ ہوئے، ایک مرتبہ ہاشمی جلالت پھر برسر اقتدار آئی لیکن بنی امیہ صبر نہ کر سکے بغض وحسد کی شورشوں سے مجبور ہو کر حملہ آور ہو گئے .... جب تک شکست وفتح ذاتی شکست وفتح تھی علیؑ صبر کرتے رہے تلوار نیام سے باہر نہ آئی لیکن جب بحیثیت خلیفہ رسولؐ آپ پر ظاہری طور پر بھی ذمہ داری عائد ہوگئی تو اب علیؑ کی شکست علیؑ کی شکست نہ ہوتی بلکہ حکومت اسلامی کی شکست ہوتی۔ بلکہ رسولؐ کی شکست ہوتی۔ اور امیہ کے مقابل میں ہاشم کی شکست ہوتی۔

لہٰذا حضرت علیؑ ابن ابی طالب نے تشدد کا مقابلہ تلوار

سے کیا اور اسے شکست دی، مگر اس کے بعد جرأت تشدد اتنی
بڑھی کہ علی علیہ السلام شہید کردیئے گئے، امام حسن علیہ السلام
نے اپنے باپ و نانا کے فرائض سنبھالے تو معاویہ نے پھر تشدد
کی تیاری کی مگر بنی ہاشم کی شجاعت سے مرعوب ہو کر صلح کی
پیشکش کردی جس کا امام حسن علیہ السلام نے عدم تشدد کے
ساتھ خیر مقدم کیا۔

لیکن اس کے بعد تاریخ گواہ ہے کہ امام حسن علیہ
السلام کی زندگی تشدد کے حملہ سے محفوظ نہیں رہی، اور آخر زہر
دغا سے آپ کی شہادت ہوئی۔ اس کے بعد بھی امام حسنؑ کے
محافظ حضرت امام حسینؑ دس برس عدم تشدد کے اصول کی
حفاظت کرتے رہے۔ مگر معاویہ ابن ابوسفیان کا جانشین یزید
ہوا۔ اور اس نے کھل کر حق کے مقابلہ میں تشدد کا ارادہ کر لیا۔

اب یہ جنگ حسینؑ اور یزید کی جنگ نہ تھی۔ بلکہ امیہ اور
ہاشم کی جنگ کا آخری فیصلہ موسیٰ و فرعون کی جنگ کا آخری نتیجہ
ابراہیمؑ اور نمرود کی جنگ کا آخری معرکہ اور آدمؑ اور شیطان کی
جنگ کا آخری باب تھا۔ یزید نے شاہانہ خودسری سے کام لے
کر تشدد کی وہ حدیں بھی ختم کر دینا چاہیں جن کا احاطہ تصور میں
آنا ناممکن تھا۔ امام حسینؑ نے اس کے بالمقابل اپنے ساتھیوں
کی تعداد گھٹا کر اور عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر ثابت کیا کہ
ہم تشدد کے مقابلہ میں سپر انداختہ ہو جانا بھی اسلام کا شعار نہیں
ہے اس لئے آپ نے اس تشدد کا اپنی کمی تعداد بے کسی اور
مظلومی کے ساتھ وہ بے پناہ مقابلہ کیا جو تاریخ عالم میں یادگار
رہے گا۔ اور بالآخر تشدد کے دست و بازو شل کر دیئے۔

امام حسین علیہ السلام نے تشدد کے اصول کو بچپنے ہی
سے اس آخری جنگ تک نبھایا تھا، حسینؑ نے اس وقت بھی عدم
تشدد کے اصول کو نہ چھوڑا جب نانا کی مسند اُجڑتے دیکھی،
صریر نبوت پر غیروں کا قبضہ دیکھا جب بھی صبر و ضبط کا دامن نہ
چھوٹا جب باپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹتے دیکھے۔ اس وقت
بھی انتہائی تحمل سے کام لیا جب بھائی سے صلح کی گئی اور پھر اس
صلح کی دھجیاں اڑائی گئیں۔ مقام نخیلہ میں بعد نماز جمعہ
امیر معاویہ نے برسر منبر اعلان کیا کہ میرا مقصد صلح سے یہ نہیں
تھا کہ تم لوگ نماز روزہ حج و زکوٰۃ کے پابند بن جاؤ.......... میرا
مقصد یہ تھا کہ میری حکومت تم پر مسلم ہو جائے۔ اور وہ حسینؑ
کے اس معاہدے کے بعد مکمل ہوگئی........... رہ گئے وہ شرائط
جو میں نے حسنؑ سے صلح کے بارے میں کئے ہیں وہ سب
میرے قدموں کے نیچے ہیں، اس کا پورا کرنا یا نہ کرنا میرے
ہاتھ میں ہے.......... اب دنیا صلح حسنؑ کے افادی پہلوؤں پر
غور کرے۔ اگر امام حسنؑ اس وقت صاف انکار کر دیتے تو اول
تو خاندان بنی امیہ کے نمک خوار ہا کر ملک ملک، شہر شہر بنی ہاشم
کے بے داغ دامن پر جنگ پسندی کا دھبہ لگا کر مشہور کرتے
رہتے اور دوسرے خود امام حسنؑ کے ساتھی تھے ان کو یہ احساس
دلایا جاتا کہ ہم مظلوم ہیں، صلح پسند ہیں اور حسنؑ معاذ اللہ ظالم
اور شر پسند ہیں۔ لہٰذا امامؑ نے صلح کر لی تاکہ شفاف دامنوں پر
ظلم کا دھبا نہ آنے پائے۔ مگر حسنؑ کی انجام بیں نگاہیں دیکھ رہی
تھیں کہ اس صلح کے شرائط پر عمل نہ ہوگا اور جب عمل نہ ہوگا تو
پابندی واجب نہ ہوگی اور وہی ہوا جو حسنؑ کے معصوم دماغ نے
سوچا تھا۔ امام حسینؑ اس صلح کی دھجیاں اڑتے دیکھتے رہے اور
صبر کرتے رہے۔ بھرے دربار میں باپ بھائی کے لئے نازیبا
الفاظ استعمال کئے جاتے رہے۔ حسینؑ نے اُف نہ کی۔ امام
حسنؑ کو زہر دیا گیا۔ نانا کے پہلو میں دفن کرنے سے روکا گیا۔
تابوت پر تیروں کی بارش کی گئی جن میں کے بعض تیر جسد اطہر
تک پہنچے۔ مگر امام حسینؑ نے ان سب ناگوار واقعات کو

برداشت کیا لیکن کوئی ایسا قدم نہ اُٹھایا جو خلاف امن کہا جا سکتا ہو، معاویہ نے اپنی زندگی ہی میں یزید کے لئے بیعت لے کے آخری شرط کو بھی توڑ دیا۔ ۶۰ھ میں معاویہ اس دنیا سے اُٹھے اور یزید تخت پر بیٹھا، بس اب اس آخری معرکہ کا وقت آ گیا تھا۔ یزید نے ولید حاکم مدینہ کو خط لکھا کہ حسینؑ ابن علیؑ سے میری بیعت لو۔ اگر بیعت نہ کریں تو سر قلم کر لو (حبیب السّیر)۔

ولید نے امام حسینؑ کو بلوایا۔ آپ کا حقیقت شناس دماغ فوراً بلانے کے مقصد تک پہنچ گیا۔ آپ ولید کے پاس تشریف لے گئے بنی ہاشم کے بہت سے جوان بھی آپ کے ساتھ تھے، ولید اور مروان پاس پاس بیٹھے تھے امام حسینؑ تشریف لے گئے تو ولید نے یزید کا خط سنایا جس میں پہلے معاویہ کی وفات کی خبر تھی، آپ نے معاویہ کی موت پر اظہار افسوس کے کلمات کہے۔ اس کے بعد ولید نے یزید کی بیعت کے متعلق سوال کیا۔

امام نے ایک مصلحت خیز جواب ارشاد فرمایا کہ یہ تو ظاہر ہے کہ مجھ جیسے شخص کی بیعت مخفی تو ہو نہیں سکتی۔ لہٰذا جب تم معاویہ کی وفات کا اعلان کرنا اور تمام لوگوں کو بیعت یزید کی طرف دعوت دینا تو سب کے ساتھ مجھ سے بھی یزید کی بیعت طلب کرنا کہ معاملہ یکساں رہے اور کوئی اختلاف پیدا نہ ہو اس سلجھی ہوئی اور اصولی تقریر کے بعد کوئی گنجائش رہ ہی نہیں گئی۔

ولید نے غنیمت جانا اور خاموش ہو گیا۔ درحقیقت ولید خود یزید کی اس سیاسی غلطی کو محسوس کر رہا تھا، ولید امام حسینؑ کے کردار کی مضبوطی کا اچھی طرح اندازہ کر چکا تھا، لہٰذا خاموش ہو گیا۔ مگر مروان کی ناعاقبت اندیشی کہ فوراً بول اُٹھا کہ اگر اس وقت حسینؑ ہاتھ سے نکل گئے تو پھر خاک قدم بھی نہ ملے گی یا بیعت لو یا قتل کرو۔

اب امام کو غصہ آ گیا۔ آپ نے مروان سے فرمایا اوزن کبود چشم کے فرزند تیری بھی یہ مجال ہے کہ تو مجھے قتل کی دھمکی دے، امام کی جو آواز بلند ہوئی تو تمام بنی ہاشم گھر میں آ گئے، تلواریں کھنچ گئیں مگر امام نے سب کو واپس کر دیا۔ اگر اس وقت امام چاہتے تو ولید اور مروان دونوں قتل ہو جاتے کیونکہ دونوں تنہا تھے، مگر امام حسینؑ نے اس وقت کوئی تشدد کا اقدام نہ کیا تا کہ عدم تشدد کے اصول کی اہمیت دنیا کی سمجھ میں آ جائے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب امامؑ کی نگاہیں تمام آنے والے مصائب کو دیکھ رہی تھیں تو آپ نے بیعت کیوں نہ کر لی۔

اس کے جواب میں تشریح کا محل نہیں ہے مگر اجمالاً اتنا کہ جس طرح کافروں کے بار بار احتجاج پر کہ یہ کلمہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" چھوڑ دیجئے مگر رسولؐ نے مشرکین و کافرین کی یہ خواہش پوری نہ کی، ورنہ آئندہ رسولؐ کو جتنے مصائب کا سامان کرنا پڑا، وہ مصائب نہ ہوتے۔ بس اسی طرح امام حسینؑ نے بیعت نہ کی اور جو نقصان دین الٰہی کو لا اللہ کے چھوڑنے سے ہو سکتا تھا وہی نقصان دین کو بیعت یزید کر لینے سے ہو جاتا لہٰذا امامؑ نے بیعت سے انکار کیا۔ جب تک مدینہ میں رہنا قرین مصلحت تھا اس وقت تک مدینہ میں رہے اور جس وقت مدینہ میں عرصۂ حیات تنگ ہو گیا تو بغیر کسی جارحانہ اقدام کے پرامن طریقہ پر مدینہ سے مکہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ زمانہ قیام ہی میں کوفے سے خط پر خط آئے کہ ہم ہدایت چاہتے ہیں، امامؑ نے حصول ملک کے الزام سے بچتے ہوئے مسلم ابن عقیل اپنے چچا زاد بھائی کو کوفے روانہ کیا۔ جب تک مکہ میں پرامن طریقہ پر رہنے دیا گیا اس وقت تک امام مکہ میں رہے لیکن حرمت کعبہ کے ساتھ ساتھ زندگی اور اپنے مقاصد کو خطرے میں دیکھا اور عراق کی طرف ہجرت کرنا ہی حصول

مقاصد میں معین پایا تو سفر عراق پر آمادہ ہو گئے۔ اگر آپ چاہتے تو مکہ میں تبلیغ کرتے تقریر وتحریر کے زور صرف کرتے، خاندانی وجاہتوں اور خدمتوں کے نام پر ایک کثیر لشکر جمع کرتے تو جمع ہو جاتا مگر حسینؑ ابن علیؑ حکومت نہ چاہتے تھے۔ شاہی ذہنیت مٹانا چاہتے تھے، تشدد مٹانا چاہتے تھے۔

۹؍ذی الحجہ ۶۰ھ منزل زبالہ پر قتل مسلمؑ ابن عقیل اور ہانی ابن عروہ اور قیس ابن مسہر کی خبریں معلوم ہوئیں حکومت کا رویہ معلوم ہوا۔ یہیں سے حکومت کے جارحانہ اقدام کی ابتدا ہوگئی مگر امام اب بھی کوئی جارحانہ قدم نہیں اٹھاتے، اپنے ساتھیوں کو کم کرنے کے لئے کوفے کے تمام حالات بیان کئے۔ اپنی طرف کی پابندیاں اُٹھائیں اور پوری آزادی دی، حسینؑ کا مقصد حاصل ہوا اور وہ لوگ جو مال ودولت کی طمع میں آ گئے تھے منتشر ہو گئے۔ منزل بطن عقیق پر قادسیہ اور عذیب میں ناکہ بندی کی اطلاع ہوئی اور امام نے راستہ بدلا۔ منزل سراۃ میں رات بسر کی۔ کسی مستقبل کی ضرورت کے لئے خواہش سے بہت زیادہ پانی ساتھ لیا۔

۶۰ھ ختم ہوا ہلال ماہ محرم نے نمودار ہو کر ۶۱ھ کے بھیانک اور خوں ریز سال کی ابتدا کی۔ منزل شراف پر حر ابن یزید ریاحی کا لشکر نظر آیا، اور امامؑ نے ایک ذمہ دار جرنل کی حیثیت سے پشت کا تحفظ ذوحسم پہاڑ کے ذریعہ سے کیا۔ حر ایک ہزار فوج کے ساتھ موجود تھا مگر اس طرح کہ سواروں اور گھوڑوں کی زبانیں پیاس کی شدت سے منہ سے باہر تھیں، اگر امام حکم دیتے تو امامؑ کے تازہ دم اصحاب واعزا اس نیم مردہ لشکر کو تلواروں کی باڑھوں پر رکھ لیتے اور منٹوں میں اس سنگ راہ کا خاتمہ ہو جاتا۔ مگر یہ تشدد ہوتا امام اپنے باوفا ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ دیکھتے کیا ہو، حر کے لشکر کو سیراب کرو۔

بس حکم کی دیر تھی طشت لگنیں چھاگلیں آ گئیں پورا لشکر مع گھوڑوں کے سیراب کیا گیا۔ خود امامؑ بھی پیاسوں کو پانی پلانے میں مصروف تھے، علی ابن طعان محاربی جو حر کا ساتھی تھا اس کو امام نے اپنے ہاتھ سے سیراب کیا۔ (طبری ج ۲)

اس کرم ورحم کے بعد حر کی زبان میں قوت گفتار باقی نہ رہی اور اس نے اپنے آنے کا مقصد نہ بیان کیا۔ امام نے خود ظہر کی نماز کے بعد ایک مصلحانہ تقریر کی جس میں آپ نے یہ فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھ کو خط لکھ لکھ کر بلایا ہے اب اگر تم لوگ میرے آنے پر راضی نہیں ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ دنیا دیکھے کہ صلح کل اور مبلغ امن امام کس کس طرح جنگ بندی کے لئے کوشش کرتا ہے۔ اصول عدم تشدد کی کس طرح عمل کر کے تبلیغ کرتا ہے۔ اس تقریر کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔

عصر کے بعد قافلہ روانہ ہوا۔ حر سد راہ ہوا۔ اب بھی امامؑ تلوار نہیں اُٹھاتے، یہاں تک کہ منزل نینوا پر کوفے سے ابن زیاد کا نامہ بر آیا۔ اب حر بحسب مضمون خط امامؑ کو بے آب وگیاہ میدان میں لے جانے پر مجبور ہوا۔ آپ نے کہا کہ اچھا حر مجھے زرا آگے بڑھ کر مقام غاضریہ یا قریۂ شفیہ میں قیام کرنے دے، حر نے اپنی مجبوری ظاہر کی۔ اسی موقع پر زہیر ابن قین کو غصہ آ گیا، امام سے عرض کی مولا ابھی اجازت دے دیجئے تو اس گستاخی کا مزا چکھاؤں، ابھی یہ کم ہیں ان سے لڑ لینا آسان ہے مگر اس کے بعد جو لشکر آئے گا اس سے مقابلہ کی قوت نہ ہوگی۔

امام نے فرمایا میں جنگ میں ابتداء کرنا نہیں چاہتا۔ زمین کربلا پر امامؑ نے قیام فرمایا اور امن پسندی کا ناقابل فہم مظاہرہ پیش کیا۔

تیسری محرم کو عمر ابن سعد ابن ابی وقاص آیا، اور اب بہتر

سے مقابلہ کے لئے پانچ ہزار فوج ہوگئی۔ عمر سعد نے تشریف آوری کا مقصد پوچھا اور امامؑ نے خطوں کا حوالہ دے کر فرمایا کہ کہو تو میں واپس چلا جاؤں عمر سعد نے ابن زیادہ کو خط لکھا، جواب میں پھر مطالبۂ بیعت کی تاکید لکھی گئی، امامؑ نے بیعت سے پھر انکار کیا۔

ساتویں سے پانی بند ہوا اور امامؑ نے عدم تشدد کا دامن نہ چھوڑا شب عاشور حملہ بھی ہوگیا۔ اب بھی امام حسین علیہ السلام نے ایک رات کی مہلت مانگی تاکہ شاید تشدد نادم ہو، صبح ہوئی اور اِدھر بھوکے پیاسے بہتر افراد جن میں قاسمؑ ابن حسنؑ کے سے بارہ تیرہ برس کے بچے اور حبیب ابن مظاہر کے سے ضعیف بھی شامل تھے اور اُدھر بے شمار تازہ دم فوج، مگر امام کا حسن تدبیر قلت کا مقابلہ کثرت سے کر رہا تھا۔ تشدد کو عدم تشدد سے تباہ کرنا چاہتا تھا۔

صفیں جمیں حرابن یزید ریاحی فوج کا افسر امام کی طرف آیا۔ اور اس طرح عدم تشدد کی پہلی فتح ہوئی۔ اب عمر ابن سعد نے پہلا تیر لشکر امام کی طرف پھینکا۔ جنگ کی ابتدا ہوگئی، ظلم پورے شباب پر آیا، کمانیں کڑکیں تیس ہزار تیروں سے چلۂ کمان چھوڑا۔ پیاس سے بلکتے ہوئے، نڈھال بچے بیتاب ہوگئے۔ اصحاب امام کم ہونے لگے، مگر اللہ رے تعلیم حسینی کا اثر تیروں کا مینھ ٹوٹ ٹوٹ کے برسا مگر چشم محبت نہ بدلی، کمانیں کڑکیں ابروؤں پر بل نہ آئے، ڈھالوں کی سیاہیاں پھیلیں مگر شعلہ اخلاق ماند نہ پڑا۔ سراج مروت لو دیتا ہی رہا، تلواریں چمکیں مگر نگاہ مروت خیرہ نہ ہوئی، نیزے بڑھے مگر مضبوط اخلاق میں زرا لچک پیدا نہ ہوئی۔

وقت گذرتا گیا۔ ساتھی کم ہونے لگے، ظلم کے پردے چاک ہوتے رہے۔ آفتاب کھنچ کے نقطۂ عروج پر آیا۔ جنگ میں شدت پیدا ہوئی۔ مگر عزم وثبات نمایاں ہوتا رہا۔ اسلام کے اندھیرے محل میں چراغ جلائے جانے لگے، عدم تشدد کا اصول چمکتا رہا اور اُدھر آفتاب منزل زوال سے بڑھا اور ادھر نماز ظہر ادا ہوئی۔، دوست ختم ہوئے، عزیزوں کی باری آئی اولاد عقیلؑ اور اولاد جعفرؑ ختم ہوئی، تمازت آفتاب بڑھتی رہی، حدت وحرارت تیز سے تیز تر ہوتی رہی۔

قاسم آئے بھائی کی یادگار حسن وجمال میں لاثانی بارہ تیرہ برس کا سن مگر وہ بھی رخصت ہوئے اور لاش گھوڑوں سے پامال ہوئی۔ چاہنے والی بہن کی اولاد کام آئی۔ بچوں میں العطش العطش (پیاس ہائے پیاس) کی صدائیں بلند ہوئیں اور حسینؑ کا سب سے چہیتا بھائی علمدار لشکر زینت فوج، شاہزادیوں کے دلوں کے لئے ڈھارس کا ذریعہ عباس ابن علیؑ مشک لے کے پانی کے لئے گئے پانی بھرا مگر ساحل ہی پر شہادت پائی۔

علی اکبرؑ طالب اجازت ہوئے، امامؑ کی پیری کا سہارا اٹھارہ برس کا جوان رعنا ہم شکل پیغمبرؐ مگر مقصد کی تکمیل کے لئے وہ بھی قربان ہوا۔ اب حسینؑ کے خزانہ میں کچھ نہیں۔ ہاں ایک گوہر نایاب درشاہوار اور باقی ہے۔ وہ کون چھ ماہ کا نازک بچہ، علی اصغرؑ منکا ڈھلا ہوا چہرہ زرد پیاس کی شدت سے پھول سا رُخ مرجھایا ہوا، ہاتھوں پر لے کر آئے، سوال آب کیا۔ فوج مخالف کے دل ٹوٹے، ہاتھوں سے اسلحے چھوٹ پڑے عدم تشدد نے تشدد کو فتح کیا۔ مگر ظلم کی انتہا سامنے آئی۔ تشدد کی مکمل تصویر درندگی کا مکمل نمونہ حیوانیت کا پورا مجسمہ حرملہ بڑھ کے سامنے آیا سہ پہلو تیر مارا بچہ شہید ہوا۔

اس سخت وقت میں بھی امامؑ نے عدم تشدد کی تبلیغ کر کے حجت تمام کی اور خود میدان میں آئے۔ ہاشمی شجاعت دکھائی۔

فوجوں کے متلاطم سمندر میں طوفان آیا، لشکر بھاگے کوفے کی سرحدوں سے فوج کے آخری سرے ٹکرائے اور ساٹھ برس کے بھوکے پیاسے دوستوں اور عزیزوں کے داغ اُٹھائے ہوئے انسان نے ایک ہزار پانچ سو پچاس آدمیوں کو قتل کیا۔

شجاعت دکھانے کا وقت گذرا مقصد کی تکمیل کا محل آیا، نیام میں تلوار رکھ کر عدم تشدد کا عملی نمونہ پیش کیا۔ خود قتل ہوئے، خیموں میں آگ لگائی گئی، بچے قتل کئے گئے، عورتیں اسیر ہوئیں، مگر تشدد قتل ہوا اور ظلم رسوا ہوا۔ حسینؑ کی فتح ہوئی اور یزیدیت کے تختے الٹے، قوت کو شکست ہوئی غرور کو شکست ہوئی۔ صرف حسینؑ کو فتح نہیں ہوئی۔ شیطان کے مقابلہ میں آدم کی فتح، نمرود کے مقابلہ میں ابراہیمؑ کی فتح، فرعون کے مقابلہ میں، موسیٰؑ کی فتح، امیہ کے مقابلہ میں، ہاشم کی فتح، حرب کے مقابلہ میں، عبدالمطلب کی فتح، ابوسفیان کے مقابلہ میں، رسولؐ کی فتح، منافقین کے مقابلہ میں علیؑ کی فتح، معاویہ کے مقابلہ میں حسنؑ کی فتح، کفر کے مقابلہ میں اسلام کی فتح کذب کے مقابلہ میں صدق کی فتح، بدخلقی کے مقابلہ میں اخلاق کی فتح، تشدد کے مقابلہ میں عدم تشدد کی فتح اور حیوانیت کے مقابلہ میں انسانیت کی فتح ہوئی۔ آج تشدد کو اپنا کوئی نہیں کہتا۔ ظلم کو کوئی نہیں اپناتا، کذب کا ہمدرد کوئی نہیں بنتا، حیوانیت و درندگی کو کوئی محبوب نہیں سمجھتا بلکہ عدم تشدد کو دنیا نے اپنایا۔ عدل کی قدر کی، سچائی کی پرستش کی، انسانیت کا علم بلند کیا۔ معلوم ہوا کہ یزید کے اصول نے شکست کھائی اور مٹا۔ حسینؑ کے اصول نے فتح پائی اور زندہ رہا اور ہے .... آج دنیا کے ہر انصاف پسند لبوں پر نعرہ ہے حسینؑ زندہ باد، حسینیت زندہ باد، عدم تشدد زندہ باد، حق پایندہ باد۔

❀❀❀

سلام

استاذالاساتذہ مولانا نواب سید اصغر حسین

فاخرؔ اجتہادی

یاد مجھ کو تشنہ کاموں کے جب افسانے ہوئے
اشک سے مملو مری آنکھوں کے پیمانے ہوئے

حاملِ بارِ امامت ہوں، زہے شانِ خدا
جز نبیؐ کس کے زبردست اس طرح شانے ہوئے

زخمیوں کی جب صفوں پر پھر چلی تیغِ حسینؑ
موت سے بولی، یہ سب ہیں میرے پہچانے ہوئے

بھاگ کر دشتِ وغا سے غرقِ دریا ہوگئے
خوفِ تیغِ شاہؑ سے دانا بھی دیوانے ہوئے

کاٹ کر تیغِ و سپر کو کہتی تھی یہ ذوالفقار
میرا لوہا حضرتِ جبریلؑ ہیں مانے ہوئے

ذوالفقارِ حیدری سے کیوں نہ آری ہو حسام
مثلِ آرہ تیغ میں کٹ کٹ کے دندانے ہوئے

گرز مارے سر پہ دشمن اب نہ کیونکر بے خطر
حیف ہے عباسؑ کے دونوں قلم شانے ہوئے

درِ مضمون صورتِ در نجف ملتا نہیں
اس زمیں کی خاک فاخرؔ ہیں بہت چھانے ہوئے

❀❀❀